www.KitaboSunnat.com

خالد سیال[1]

علامہ ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ

جو بھلائے نہ جا سکیں گے!!

۱۷ر مارچ ۲۰۱۲ء کی شام میں بچوں کے ہمراہ اسلام آباد کے معروف کاروباری مرکز کراچی کمپنی میں داخل ہی ہوا تھا کہ موبائل فون پر ایک دوست نے اطلاع دی کہ ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کر دیا گیا۔ .....بلا اختیار پاؤں بریک پر جا لگا اور میں ڈاکٹر صاحب کے موبائل پر فون کرنے لگا مگر ان کا موبائل پہلی بار بند پایا..... سفر و حضر میں ڈاکٹر صاحب کا فون بند نہ ہوتا تھا، میں نے فوراً گھر کے PTCL نمبر پر رابطہ کیا تو ان کے بیٹے سعد کے منہ سے روتے ہوئے صرف یہ الفاظ نکل پائے:

"خالد بھائی، کوئی ابو کو شہید کر گیا ہے۔"

میں سعد بھائی کو صرف اتنا کہہ پایا کہ میں آ رہا ہوں اور پھر آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا، کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا..... میں نے بچوں کو گھر چھوڑا اور ڈاکٹر صاحب کے گھر پہنچ گیا۔ ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ اپنے ڈرائنگ روم میں ابدی نیند سو رہے تھے، بخاری شریف اُن کے بستر پر ہی تھی..... یوں لگ رہا تھا وہ گہری نیند سوئے ہیں اور ابھی اُٹھ جائیں گے۔ وہ سب غموں، سب مصیبتوں اور سب دُکھوں سے آزاد ہو چکے تھے، وہ خود مطمئن اور مسرور دکھائی دے رہے تھے مگر ان کے چاہنے والے دکھوں، غموں اور پریشانیوں میں گھر چکے تھے..... دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں افراد ڈاکٹر صاحب کی رہائش گاہ کے باہر جمع ہو گئے۔ اکثر کی آنکھیں اشک بار اور دِل غم گسار تھے..... مری آنکھیں ڈاکٹر صاحب کے چہرے پر جمی تھیں اور ذہن ماضی میں کھو گیا۔

---

[1] ایڈیٹر ماہنامہ 'شہادت' اسلام آباد وکالم نگار روزنامہ 'اوصاف' اسلام آباد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ۱۹۸۸ء کی ایک سرد رات تھی.... وفاقی دارالحکومت کے پوش سیکٹر ایف ۷ کے ایک بڑے مکان کی بالائی منزل کے ایک کمرے میں، میں اپنے ایک دوست حافظ رضاء اللہ جو آج کل ایک بڑے سرکاری عہدے پر فائز ہیں، کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک دراز قامت نوجوان اندر داخل ہوئے جن کے نورانی چہرے پر سیاہ داڑھی بڑی خوبصورت لگ رہی تھی.... "یہ ہیں حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ، معروف عالم دین ہیں، مدینہ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل اور بڑے زندہ دل انسان ہیں اور حافظ صاحب یہ ہیں میرے دوست خالد سیال۔" حافظ رضاء اللہ نے ایک ہی سانس میں ہم دونوں کا تعارف کروا کر ہمیں آمنے سامنے کر دیا اور خود قہوہ پیالیوں میں اُنڈیلنے لگے۔

"کیا حال ہے خالد صاحب"! ..... یہ تھا وہ پہلا جملہ جو حافظ صاحب نے مجھے مخاطب کر کے کہا اور وہ اتنے مستقل مزاج تھے کہ جب ان سے ملاقات یا ٹیلیفون پر گفتگو ہوتی تو ادھر سے پہلا جملہ یہی سنائی دیتا کہ "کیا حال ہے خالد صاحب" !

اس پہلی ملاقات میں حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ کی شخصیت کا جو تاثر قائم ہوا، وہ آخر تک نہ صرف قائم رہا بلکہ ان کی شخصیت اور کردار کی خوبیاں ہر ملاقات کے بعد کھلتی چلی گئیں۔ ایف ۷ کے اس کمرے میں حافظ رضاء اللہ کی وساطت سے ڈاکٹر صاحب سے کئی ملاقاتیں ہوئیں، اُن کے ساتھ طویل بحث مباحثے ہوئے، دینی، معاشرتی اور سیاسی موضوعات پر اکثر اُن سے تبادلہ خیال ہوتا رہتا، وہ ہر موضوع پر بڑی صائب اور نپی تُلی رائے رکھتے تھے۔ حافظ صاحب بہت خوش خوراک اور ہنس مکھ تھے..... متعدد بار ایسا ہوا کہ ہم ایف ۷ سے پیدل نکلتے، بلیو ایریا میں عثمانیہ یا کسی دوسرے ریسٹورنٹ میں کھانا کھاتے اور پھر پیدل ہی واپس چل دیتے۔ راستے میں حافظ صاحب کبھی لطیفے سنا کر ہنساتے اور کبھی لا حول ولا قوۃ إلا باللہ کہتے ہوئے آخرت کی یاد دلاتے..... لاحول ولا قوۃ إلا باللہ کے جملہ سے حافظ صاحب کی زبان اکثر تر رہتی تھی۔ نجی ملاقاتوں کے دوران تھوڑی دیر کے بعد لاحول ولا قوۃ إلا باللہ پڑھنا اُن کی عادت سی بن گئی تھی۔

حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ بلاشبہ علم کا سمندر تھے۔ آپ پی ایچ ڈی ڈگری لے کر ڈاکٹر بھی بن گئے تھے لیکن درحقیقت وہ کسی ڈگری کے محتاج نہ تھے۔ ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمۃ اللہ علیہ عالم دین بھی تھے، ادیب بھی، خطیب بھی، صاحبِ قلم بھی اور دعوت و تبلیغ کا علَم بھی تھامے ہوئے تھے۔ پورے ملک میں ہی نہیں بیرون ملک بھی ان کے چاہنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے۔ اور یہ سب کچھ اُنہیں اللہ کے دین کی خدمت کے صلے میں حاصل ہوا۔ تحصیل علم کے لئے حافظ صاحب جب گھر سے نکلے تھے تو خالی ہاتھ تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو علم، شہرت، دولت، ہر چیز سے نوازا۔ ایک اَن پڑھ خاندان کا یہ چشم و چراغ اب ہزاروں لوگوں کو علم کی روشنی پہنچا رہا تھا، اُن کی زندگیاں سنوار رہا تھا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب بہت موڈی تھے، کم آمیز اور زود رنج تھے کہ جب ان کا موڈ ہوتا کسی سے بات کرتے، ورنہ طرح دے جاتے تھے۔ میں ڈاکٹر صاحب کو پچیس برس سے دیکھ رہا ہوں، اُن کے سینکڑوں دروس میں حاضری دی، ان کے ساتھ طویل نشستیں کیں، اُن کو حضر میں بھی دیکھا اور سفر میں بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک منکسر المزاج شخص ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی خوددار بھی تھے اور خوددار انسان استغنا پسند بھی ہوتا ہے جسے بعض لوگ 'موڈی' سمجھنے کی غلطی کر بیٹھتے ہیں۔ خوددار ہونے کے ساتھ ساتھ حافظ صاحب مصلحت پسندی کی 'صفت' سے نا آشنا تھے۔ وہ جسے حق سمجھتے تھے، دوٹوک الفاظ میں کہہ دیتے اور یہ نہیں سوچتے تھے کہ سننے والے کے نازک مزاج پر یہ حق کتنا گراں گزرے گا یا اس کے ماتھے پر کتنی شکنیں پڑیں گی۔

یہ غالباً سعودی عرب کے تاریخی شہر جدہ کا واقعہ ہے۔ حافظ صاحب اپنے بچوں سمیت وہاں مقیم تھے، وہاں کے ایک دولت مند پاکستانی کو سعودی عرب میں آپ کی موجودگی کا علم ہوا تو آپ سے رابطہ کر کے اپنے گھر میں ناشتے کی دعوت دی۔ اُن کے بے حد اصرار کے باعث ڈاکٹر صاحب نے یہ پیشکش قبول کر لی۔ اگلے روز ناشتے پر انواع و اقسام کے ماکولات اور مشروبات جمع تھے۔ ناشتہ شروع ہوا تو میزبان نے انشورنس کے مسئلے پر ڈاکٹر صاحب کی رائے معلوم کرنا شروع کر دی۔ ڈاکٹر صاحب نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اُن کو بتایا کہ انشورنس کی موجودہ صورت جائز نہیں..... میزبان نے چونکہ چنانچہ کا سہارا لے کر پھر دریافت کیا تاکہ اس کے جواز کی کوئی صورت نکل سکے۔ ڈاکٹر صاحب نے اُن کو متعدد بار بتایا کہ میرے علم کے مطابق یہ جائز نہیں مگر صاحبِ دستر خوان پینترے بدل بدل کر سوالات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُٹھاتے رہے۔ جب حافظ صاحب نے یہ محسوس کیا کہ میزبان مجھ سے انشورنس کے جواز کا فتویٰ لینا چاہتے ہیں تو ڈاکٹر صاحب یہ کہتے ہوئے دستر خوان سے اُٹھ کھڑے ہوئے کہ "آپ نے دستر خوان پر جو اہتمام کیا ہے، میں اس کا خرچ آپ کو ادا کر سکتا ہوں، یہاں سعودی عرب میں میرے رہنے کی جگہ بھی ہے مگر میں آپ کو انشورنس کے جواز کا فتویٰ نہیں دے سکتا۔" ایسے متعدد واقعات کئی مقامات پر پیش آئے جن کے عینی شاہد موجود ہیں۔ اس طرح کی حق گوئی اور ایسی صفات بہت کم لوگوں میں ہوتی ہیں، ورنہ بڑے بڑے صاحبِ علم و عرفان کھانے کے کشادہ دستر خوان پر شہید ہو جاتے ہیں اور مصلحت کی چادر اوڑھ کر خود بدلتے نہیں، قرآن کو بدل دیتے ہیں۔

میں ایسے کئی واقعات کا عینی شاہد ہوں، سو یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب جیسے باہر سے نظر آتے تھے: صاف شفاف، ایسے ہی اندر سے بھی تھے۔ ان میں پیشہ ور واعظوں والے نخرے نہیں تھے لیکن بہر حال وہ بھی ایک انسان تھے اور انبیاء علیہم السلام کے سوا ہر انسان میں جہاں خوبیاں ہوتی ہیں، وہاں کچھ کمزوریاں بھی ہوتی ہیں اور یہ کوئی خوبی نہیں ہوتی کہ انسان دوسرے کی کمزوریاں ہی تلاش کرتا رہے۔

ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ آج ہم میں نہیں، وہ شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہو کر ان شاء اللہ ابدی کامیابی حاصل کر چکے ہیں مگر ان کی باتیں ہمیشہ یاد رہیں گی۔ ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ جب سے شہید ہوئے ہیں، کوئی دن ایسا نہیں جاتا جب اُنہیں یاد کر کے دِل غمگین نہ ہوتا ہو..... متعدد بار ایسے ہوا کہ گھر میں، دفتر میں بیٹھے بیٹھے، بازار میں چلتے پھرتے، راستے میں گاڑی چلاتے ڈاکٹر صاحب یاد آنے لگے اور آنکھوں نے بلا اختیار برسنا شروع کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب ایک ہمہ جہت شخصیت تھے، افسوس کہ ان کی وہ قدر نہ کی گئی جس کے وہ مستحق تھے اور اُن سے وہ فائدہ نہ اٹھایا گیا جس کے وہ اہل تھے اور جس کی ہمیں ضرورت تھی۔

حافظ صاحب کے سوانح حیات

ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ یکم فروری ۱۹۵۳ء کو بہاولپور میں پیدا ہوئے۔ ان کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والد صاحب ہندوستان کے ضلع فیروز پور، تحصیل زیرہ کے ایک گاؤں امین والا سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے۔ وہاں ان کی کچھ زرعی زمین تھی اور کھیتی باڑی ہی ان کا مشغلہ تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد وہ ہجرت کر کے پاکستان آئے تو پراپرٹی کے انتقال کے لئے ابھی حکومتی کاروائیاں مکمل ہونا باقی تھیں، اس لیے وہ ہجرت کے بعد بہاولپور میں ڈاکٹر صاحب کے ننھیال میں کچھ عرصہ ٹھہرے رہے۔ اسی دوران ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر پیدا ہوئے۔ بعد میں ان کے والد صاحب کو چیچہ وطنی کے قریب ایک گاؤں ۱۷۰/۹ ایل، میں زرعی زمین الاٹ ہو گئی تو وہ وہاں منتقل ہو گئے۔ اسی گاؤں کے حافظ عبد الغنی جو کہ بصارت سے محروم تھے مگر صاحب بصیرت تھے، سے ننھے عبد الرشید نے قرآن پاک حفظ کیا۔ ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر بتایا کرتے تھے کہ حفظ کرتے کرتے ہی میں نے اُردو لکھنا اور پڑھنا سیکھ لیا تھا اور مجھے اُردو لکھنے اور پڑھنے میں کوئی دشواری نہ ہوتی تھی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اُردو لکھنے اور پڑھنے میں میرا کوئی استاد نہیں۔ ڈاکٹر صاحب یہ بھی بتایا کرتے تھے کہ حافظ عبد الغنی میرے اُستاد بھی تھے اور شاگرد بھی۔ شاگرد یوں کہ اُنہوں نے پوری مشکوٰۃ شریف مجھ سے حفظ کی۔ وہ مجھ سے روزانہ دو تین احادیث سنتے تھے اور پھر اُن کو یاد کر لیتے تھے، ان کا حافظہ بہت تیز تھا، اُنہوں نے پوری مشکوٰۃ شریف مجھ سے سن سن کر حفظ کر لی تھی۔ قرآن پاک کے ساتھ شغف بھی اُن ہی کی وجہ سے ہوا، وہ روزانہ مجھ سے مختلف تفاسیر سنا کرتے تھے۔ شاہ عبد القادر محدث دہلوی کا ترجمہ اور تفسیر موضح القرآن اور مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمہ اللہ اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی تفسیر عثمانی، از اوّل تا آخر میں نے اُنہیں پڑھ کر سنائی۔ وہیں سے قرآنِ پاک کے ساتھ تعلق کی ابتدا ہوئی۔

حفظِ قرآن کے بعد آپ کو جامعہ سعیدیہ خانیوال میں داخل کروا دیا گیا۔ چار سال کے بعد وہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد چلے گئے اور وہیں سے سندِ فراغت حاصل کی۔ جہاں مولانا عبد اللہ بڈھیمالوی اور مولانا حافظ بنیامین طور جیسے اساتذہ سے وہ از حد متاثر ہوئے۔ جامعہ سلفیہ سے درس نظامی مکمل کرنے کے بعد حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ جامعہ سعیدیہ خانیوال سمیت مختلف مدارس میں پڑھاتے پڑھاتے آخر کار جامعہ سلفیہ میں پڑھانے لگے، جہاں اُنہوں نے تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ جامعہ کے شعبہ تصنیف و تالیف کی بنیاد رکھی اور کئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب بھی شائع کیں۔ شعبان سن ۱۴۰۰ھ بمطابق ۱۹۷۸ء میں اُن کا داخلہ عالم اسلام کی معروف یونیورسٹی جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ میں ہو گیا جہاں وہ اگست ۱۹۸۴ء تک علم کی اعلیٰ منازل طے کرتے رہے۔ وہ تعلیم مکمل کر کے واپس پاکستان آئے تو ۳۰ ستمبر ۱۹۸۴ء کو اُنہیں مکتب الدعوۃ میں داعی کی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں، تب مکتب کا دفتر لاہور میں تھا۔ یکم ستمبر ۱۹۸۷ء کو مکتب الدعوۃ کا دفتر لاہور سے اسلام آباد منتقل ہوا تو ڈاکٹر صاحب نے بھی اسلام آباد کو اپنا مسکن بنا لیا مگر اپنے آبائی علاقے سے اُنہوں نے اپنا ناطہ ٹوٹنے نہ دیا اور وہاں بھی دعوت و تبلیغ اور اشاعتِ دین کا کام پورے شد و مد کے ساتھ جاری رکھا۔

ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی، اُن کی تعلیم و تعلّم کے دوران کے دلچسپ احوال و واقعات، دعوت و تبلیغ کے میدان میں اُن کے طویل تجربات اور سعودی عرب کے علما اور زعما کے ساتھ اُن کے گہرے تعلقات و مراسم کی تفصیلات کا احاطہ کسی ایک مضمون میں کرنا ممکن نہیں، یہ ایک ضخیم کتاب کا موضوع ہے اور ان شاء اللہ یہ قرض جلد چکانے کی کوشش کی جائے گی۔

ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کے کئی پہلو ہیں جن پر تفصیلی گفتگو کی ضرورت ہے۔ اُن کا شمار عالمِ اسلام کے جید علمائے کرام میں ہوتا تھا۔ وہ بیک وقت جید عالم دین، بہترین خطیب، صاحبِ طرز ادیب، شعلہ نوا مقرر، دلوں میں اُتر جانے والے واعظ، ہمدرد و غمگسار دوست اور ہر ایک کے لئے شفیق انسان تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ میری یاد اللہ کم و بیش پچیس برسوں پر محیط ہے۔ ان سے چند روز ملاقات نہ ہوتی تو خود فون کر کے بُلا لیتے۔ یہ راقم جب بھی ان سے ملاقات کے لئے گیا، اُن کے ہاں ملاقاتیوں کا تانتا بندھا رہتا تھا جن میں ہر مکتب فکر کے افراد شامل ہوتے، وہ سب کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے، سب کی خاطر مدارت کرتے اور مقدور بھر ہر ایک کے کام آنے کی کوشش کرتے۔

ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ بڑی نفیس طبیعت کے مالک تھے، اُن کے کھانے پینے کا ذوق بھی بڑا اعلیٰ تھا، اچھے اچھے ریستوران اور ہوٹل اُن کے علم میں ہوتے تھے، کئی بار انہوں نے دریافت کیا کہ فلاں ہوٹل نیا بنا ہے، آپ نے وہاں کھانا کھایا، اگر جواب نفی میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا تو گاڑی نکالتے اور چل پڑتے اور کئی کھانوں کا آرڈر دے دیتے، یوں لگتا جیسے اپنے مہمانوں، دوستوں اور علمائے کرام کو کھانا کھلانا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہو، ان کی نظریں دوسروں کی جیب پر نہیں ہوتی تھیں بلکہ دوسروں کی دعوت کا بل بھی وہ خود دینے پر اصرار کرتے۔ اسلام آباد کے معروف ہوٹل بیسٹ ویسٹرن کے کھانے ان کو بہت پسند تھے۔ ایک بار فرمانے لگے کہ آج Best Western چلتے ہیں، میں نے کہا شرط یہ ہے کہ بل میں دوں گا۔ اُنہوں نے زور دار قہقہہ لگایا مگر معلوم نہیں کہ اُنہوں نے کب بل ادا کر دیا۔ میں نے ویٹر کو بل لانے کے لئے کہا تو فرمانے لگے: آپ لیٹ ہو گئے ہیں۔ بیس پچیس برس کے دوران تین چار مواقع کے علاوہ شاید ہی اُنہوں نے کبھی مجھے بل ادا کرنے دیا ہو۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ کے اندر یہ خوبی دیکھی کہ انہیں اپنے احباب اور کارکنان کے مسائل کا ادراک بھی ہوتا تھا اور احساس بھی۔ ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ کے روابط اور تعلقات مختلف جماعتوں کے قائدین کے ساتھ بھی تھے اور عام لوگوں کے ساتھ بھی۔ بڑے بڑے عہدیدار اور سرمایہ دار اُن کے پیچھے پیچھے پھرتے مگر حافظ صاحب کو چین غریب اور نادار لوگوں کے درمیان محسوس ہوتا۔ وہ غریب و نادار لوگوں کی چھپ چھپ کر مدد بھی کرتے اور ان کے کام آنے کی کوشش بھی کرتے۔ علمائے کرام کے ساتھ اُنہیں خصوصی لگاؤ اور محبت تھی اور وہ کسی عالم دین کے خلاف کوئی بات سننا پسند نہ کرتے تھے۔ تمام مکاتبِ فکر کے بڑے بڑے علماء ڈاکٹر صاحب کے پاس تشریف لاتے اور بڑے پیچیدہ مسائل پر اُن سے گفتگو کرتے۔ ڈاکٹر صاحب چند ہی منٹوں میں اُنہیں کافی وشافی جواب دے دیتے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک بار مجھ سے فرمایا کہ میں نے آج تک کوئی تقریر دوبارہ نہیں کی۔ واقعہ یہی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا ہر خطاب، ہر درس اور ہر وعظ پہلے سے مختلف ہوتا۔ ایک ہی موضوع پر ان کے بیسیوں خطبات سن لیں۔ ہر ایک میں ایک نیا انداز، ایک نئی دلیل اور ایک نئی چاشنی ہو گی۔

ڈاکٹر صاحب بلاشبہ خطابت کے بادشاہ تھے، وہ کسی بھی موضوع پر گھنٹوں فی البدیہہ بول سکتے تھے اور دلائل کے انبار لگاتے چلے جاتے تھے، وہ قرآن پاک کی آیات اس روانی کے ساتھ پڑھتے جیسے اوراق اُن کے سامنے کھلتے جا رہے ہوں اور وہ پڑھتے چلے جا رہے ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر صاحب کے خطبات اور دروس بلاشبہ بے مثال تھے لیکن میرے خیال میں ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ کے ساتھ سوال وجواب کی نشست اُن کے خطابات سے بھی بڑھ کر علم وحکمت پر مبنی ہوا کرتی تھی۔ وہ بڑے بڑے پیچیدہ مسائل کا اتنا سہل اور عام فہم انداز میں جواب دے دیتے کہ سائل لاجواب ہو جاتا۔ ان کے ساتھ سوال وجواب کی نشستیں علم وحکمت کا خزینہ بھی ہیں اور نئے خطبا، علما اور مقررین کے لئے مشعل راہ بھی۔

ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ نے مکتب الدعوۃ میں کم وبیش ستائیس برس کام کیا اور بڑے اعلیٰ مناصب پر فائز رہے۔ اُنہوں نے مکتب الدعوۃ کے کئی مدیروں کے ساتھ کام کیا لیکن مکتب الدعوۃ کے موجودہ مدیر شیخ محمد بن سعد الدوسری کے تقویٰ اور سادگی کے وہ بہت مداح تھے اور اکثر اُن کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ شیخ دوسری بھی ان کی بڑی عزت کرتے تھے اور دونوں کے درمیان اعتماد اور محبت کا رشتہ بہت گہرا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی نمازِ جنازہ کے موقع پر شیخ دوسری کے چہرے سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ وہ غم کی کس کیفیت سے دوچار ہیں۔ ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ پاکستان میں سعودی عرب کے غیر سرکاری سفیر تھے۔ دین اسلام کی اشاعت، اُمتِ مسلمہ کی فلاح وبہبود اور بطورِ خاص حجاج کرام اور معتمرین کے لئے سعودی حکومت کی خدمات کا ڈاکٹر صاحب اکثر تذکرہ کیا کرتے تھے۔

ایک دور تھا جب علمائے کرام اور بزرگانِ سلف جماعتی اور حکومتی عہدے قبول کرنے سے بھاگتے تھے۔ وہ اِن عہدوں کو ذمہ داری تصور کرتے تھے اور یوم آخرت کی جوابدہی کے احساس کے پیش نظر اُنہیں قبول نہیں کرتے تھے مگر آج بڑے بڑے صاحبانِ علم وتقویٰ اور موحد ہونے کے دعویدار ان بتوں کے سامنے نہ صرف سجدہ ریز ہیں بلکہ اُنہیں حاصل کرنے کے لئے باقاعدہ جوڑ توڑ اور سازشیں کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔ میرے علم اور معلومات کی حد تک ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ نے جماعتی عہدوں کے حصول کے لئے کبھی کوئی بھاگ دوڑ نہیں کی بلکہ وہ اُن سے گریزاں نظر آتے تھے۔ ان کا تو یہ حال تھا کہ اگر کسی مسجد میں کوئی ایک نمازی اُن کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہتا تو وہ وہاں خطابت بھی چھوڑ کر الگ ہو جاتے اور ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

مجھے معلوم ہے کہ ان کو متعدد بار مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان میں مرکزی عہدوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پیشکش کی گئی مگر وہ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے امیر سینیٹر پروفیسر ساجد میر کو ہر بار طرح دے جاتے کیونکہ ان کے خیال میں ان عہدوں کو برقرار رکھنے کے لئے جس جوڑتوڑ کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اس 'خوبی' سے محروم تھے۔

ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ بہت ذہین اور فطین شخص تھے، وہ ہر چیز کا بڑی باریک بینی سے جائزہ لیتے۔ میں نے ایک بار اُن سے کہا کہ اگر آپ عالم دین نہ ہوتے تو بہت بڑے نقاد ہوتے، اس پر وہ کھل کھلا کر ہنسے اور میری تائید کی۔ ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ کے علمی مقام، ان کے اندازِ تحریر، اُن کی خطابت، ان کی تحقیق اور بطورِ مفسر و محدث اُن کے مقام کا جائزہ لینے کا یہ محل نہیں اور نہ ہی اس مختصر مضمون میں ایسا ممکن ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا سانحۂ شہادت اور سفر آخرت

علامہ ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ عالم اسلام کا ایک قیمتی اثاثہ تھے، جنہیں سترہ مارچ کو وفاقی دارالحکومت میں دن دیہاڑے شہید کر دیا گیا اور سفاک قاتل اُن کی گاڑی، موبائل فون اور دیگر قیمتی اشیا لے کر فرار ہو گئے۔

ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ گذشتہ تقریباً تین عشروں سے سعودی سفارتخانے کے ایک ذیلی ادارے مکتب الدعوۃ کے ساتھ وابستہ تھے اور ریسرچ سکالر ذمہ داریاں ادا کر رہے تھے۔ وہ ساری زندگی مرکزی جمعیت اہلحدیث کے ساتھ وابستہ رہے تاہم پاکستان کے تمام مکاتبِ فکر اور دینی و علمی حلقوں میں اُنہیں انتہائی عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا کیونکہ وہ ہمیشہ اتحاد بین المسلمین کے داعی رہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے مداحوں اور چاہنے والوں کا حلقہ تمام مکاتبِ فکر اور پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا۔

۱۷ر مارچ ۲۰۱۲ء کو جب ڈاکٹر صاحب کو شہید کیا گیا، ہفتے کا دن تھا، دفتر میں چھٹی تھی، ڈاکٹر صاحب گھر پر ہی تھے کہ تقریباً دوپہر اڑھائی بجے کے قریب گھر کی گھنٹی بجی۔ حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ کی اہلیہ کے بقول ڈاکٹر صاحب نے خود دروازہ کھولا، مہمانوں کے رُوپ میں آنے والے قاتلوں کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور اہلیہ سے چائے بنانے کو کہا اور دو انگلیوں سے اشارہ کیا، اہلیہ نے دو مہمانوں کے لئے چائے بنا کر دی۔ تھوڑی ہی دیر بعد ڈاکٹر صاحب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واپس آئے اور اہلیہ سے کہا کہ بے چارے مسکین ہیں، کھانے کے لئے کچھ دے دیں، اہلیہ نے کھانا بنانا چاہا تو کہا: جو کچھ موجود ہے، وہی دے دیں چنانچہ ڈاکٹر صاحب کے لئے میتھی سے پکائی گئی دو روٹیاں 'مہمانوں' کو دے دی گئیں ۔ ڈاکٹر صاحب برتن لے کر آئے تو پھلوں کی ٹوکری لے جا کر سفّاک مہمانوں کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ واضح رہے کہ اس وقت ڈاکٹر صاحب اور اُن کی اہلیہ کے سوا گھر میں کوئی نہ تھا، ان کا بیٹا سعد یونیورسٹی گیا ہوا تھا..... ڈاکٹر صاحب کی عادت تھی کہ دیر تک مہمانوں کے پاس بیٹھے رہتے، اُن کے ساتھ گفتگو کرتے، ان کے مسائل سنتے، قرآن و حدیث کے مطابق آنے والوں کی رہنمائی کرتے، یوں اکثر اوقات مہمان گھنٹوں بیٹھے رہتے۔ ڈاکٹر صاحب انتہائی ہمدرد اور شفیق شخصیت کے مالک تھے، ان کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ بسا اوقات مہمانوں کو اپنی گاڑی پر چھوڑنے بھی چلے جاتے تھے ..... سہ پہر چار بجے نماز عصر کے لئے الارم نے بجنا شروع کیا تو ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ نے نمازِ عصر ادا کی، اسی دوران گاڑی کے سٹارٹ ہونے کی آواز آئی، اہلیہ یہ سمجھیں کہ ڈاکٹر صاحب مہمانوں کو چھوڑنے گئے ہیں مگر وہ دیر تک واپس نہ لوٹے تو اہلیہ نے موبائل پر فون کیا مگر موبائل بند تھا۔ ڈاکٹر صاحب کبھی اپنا موبائل بند نہ کرتے تھے، اہلیہ کو تشویش ہوئی تو SMS کیا مگر کوئی جواب نہ آیا۔ اسی دوران اُن کا بیٹا سعد یونیورسٹی سے واپس آیا تو ماں بیٹے نے ڈرائنگ روم میں دیکھنا چاہا مگر وہ اندر سے لاک تھا اور ڈرائنگ روم کے پردے گرے ہوئے تھے۔ بیٹے سعد نے سوراخوں سے جھانک کر دیکھا تو انہیں شک گزرا کہ ڈرائنگ روم میں پڑے بیڈ پر کوئی لیٹا ہے، سعد ڈاکٹر صاحب کے بیڈ روم سے ملحق ڈرائنگ روم کا دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئے تو اس خوف سے تھوڑی دیر رک گئے کہ ابو دروازہ توڑ کر اندر داخل ہونے پر ڈانٹیں گے مگر اب پیار و محبت سے ڈانٹنے والے ابو میٹھی نیند سو چکے تھے، اُن کے اوپر کمبل اوڑھا ہوا تھا اور ان کا ایک ہاتھ باہر نکلا ہوا تھا۔ سعد بیٹے نے اپنے ابّو کو یوں بے خبر سوتے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اُس نے آگے بڑھ کر کمبل ہٹایا تو اس کی چیخیں نکل گئیں، اس کے ابو کا جسم ازار بندوں سے جکڑا ہوا تھا اور وہ ابدی نیند سو رہے تھے۔ کچھ دیر دونوں ماں بیٹا سکتے کی سی کیفیت سے دوچار ہو رہے، پھر سعد نے ہمت کر کے اپنے بڑے بھائی حافظ مسعود اظہر کو خانیوال فون کیا مگر اس کے منہ سے رونے کے سوا کوئی آواز نہ نکل رہی تھی۔ بڑے بھائی نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈانٹ کر پوچھا: بتاؤ کیا بات ہے تو اُس کے منہ سے بمشکل یہ الفاظ نکل پائے کہ "کوئی ابو کو شہید کر گیا ہے۔" ..... حافظ مسعود اظہر کے بقول یہ نمازِ مغرب کے بعد کا وقت تھا اور اس وقت اندھیرا چھا رہا تھا۔

علامہ ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی یہ خبر آناً فاناً نہ صرف پورے ملک بلکہ پوری دنیا میں پھیل گئی اور چند ہی لمحوں بعد ہزاروں افراد ان کی رہائش گاہ واقع آئی ٹین ون پہنچ گئے۔ ہر چہرے پر آنسو تھے، سسکیاں اور آہیں تھیں، افسردگی تھی، سوالات تھے کہ قاتل کون تھے، ان کے مقاصد کیا تھے اور وہ کس کو، کیا پیغام دینا چاہتے تھے؟ .....

ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک غریب گھرانے میں آنکھ کھولی، ان کے والد صاحب کے پاس سات آٹھ ایکڑ زرعی زمین تھی اور اسی پر خاندان کی گزر بسر تھی، والد صاحب مذہبی مزاج رکھتے تھے، اُنہوں نے اپنے بیٹے عبدالرشید کو ایک دینی مدرسے میں داخل کرایا اور پھر عبدالرشید جامعہ سعیدیہ خانیوال، جامعہ سلفیہ فیصل آباد اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے اپنے آپ کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کر کے واپس لوٹے تو حافظ عبدالرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ کے لقب سے ان کا نام پورے ملک میں گونجنے لگا اور جب وہ علوم اسلامیہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر کے ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر بنے تو وہ دنیا کے متعدد ملکوں میں سینکڑوں اجتماعات سے اپنے پر اثر خطابات کے ذریعے اور اپنے دلنشیں انداز سے لاکھوں دلوں میں گھر کر چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نمازِ جنازہ نہ صرف پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں ادا کی گئی بلکہ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، مدینہ منورہ، کویت، قطر، امریکہ، برطانیہ اور جنوبی افریقہ سمیت متعدد ممالک میں اُن کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔

ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ کے موقع پر بڑے رقت آمیز مناظر دیکھنے میں آئے۔ اٹھارہ مارچ کو صبح ساڑھے نو بجے جامعہ سلفیہ اسلام آباد میں اُن کی نمازِ جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی اور ان کا جسدِ خاکی ان کے آبائی شہر خانیوال کی طرف روانہ ہوا۔ دوپہر تقریباً دو بجے جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں اُن کی نماز جنازہ ادا کی گئی تو فیصل آباد اور گردونواح سے ہزاروں افراد اُمڈ آئے اور اُن کی نمازِ جنازہ فیصل آباد کی تاریخ کے چند بڑے جنازوں میں شمار ہونے لگی۔ معروف عالم دین مولانا مسعود عالم حفظہ اللہ جب نمازِ جنازہ کے دوران

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں کر رہے تھے تو اُن سمیت ہزاروں شرکا کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور اُن کی ہچکیوں سے پتہ چل رہا تھا کہ ایک بڑے عالم دین اس جہاں سے رخصت ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی نمازِ جنازہ کا سب سے بڑا اور تیسرا اجتماع خانیوال میں ہوا جہاں عشا کی نماز کے بعد نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور آزاد ذرائع ابلاغ کے مطابق ۳۵ سے چالیس ہزار کے لگ بھگ افراد نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے۔ اسلام آباد، فیصل آباد اور خانیوال میں ڈاکٹر صاحب کے چہرے کا دیدار کرنے والے دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے اور سفاک قاتلوں کے خلاف ان کے دل سے دعائیں نکل رہی تھی۔ لاکھوں مسلمانوں، ہزاروں علمائے کرام اور اولیا کی یہ دعائیں قاتلوں کو اللہ کی زمین پر سکون سے کیسے چلنے دیں گی، وہ دن دور نہیں کہ اللہ کی زمین اُن پر تنگ ہوتی جائے گی اور وہ اسی زندگی میں ذلیل و رسوا ہو کر عبرتناک انجام سے دوچار ہونگے۔ ان شاء اللہ

ابتدائی میڈیکل رپوٹس اور شواہد کے مطابق مہمانوں کے رُوپ میں آنے والے درندہ صفت قاتلوں نے ڈاکٹر صاحب کے منہ اور ناک پر کپڑا ڈال کر، اُن کا سانس بند کر کے انہیں شہید کیا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اُنہیں شہید کرنے سے قبل بے ہوش کیا گیا کیونکہ ڈاکٹر صاحب کی بارعب شخصیت اور طویل قد و قامت کے باعث دو افراد کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اُنہیں آسانی کے ساتھ دبوچ لیتے۔ تاہم یہ بات یقینی ہے کہ قاتل انتہائی تجربہ کار اور تربیت یافتہ تھے، ان ظالموں نے یہ واردات اس قدر مہارت کے ساتھ کی کہ گھر میں موجود ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ اور پڑوس میں کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی، قاتل جب گاڑی لے کر فرار ہوئے تو محلے کے بعض افراد نے اُنہیں گاڑی لے جاتے دیکھا مگر وہ اس خیال سے خاموش رہے کہ ڈاکٹر صاحب کے ہاں اکثر ملاقاتی آتے رہتے تھے۔ اور کیا معلوم کے یہ ان کے کوئی جاننے والے ہوں!!

علامہ ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کیوں کیا گیا، اُن کا کیا جرم تھا، قاتلوں کے پیچھے خفیہ ہاتھ کس کا ہے، وہ کس کو کیا پیغام دینا چاہتے تھے؟۔ یہ سب کچھ ابھی پردہ راز میں ہے۔ ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ کا کسی کے ساتھ کوئی جھگڑا نہ تھا، وہ جھگڑوں اور تنازعوں میں پڑنے والے شخص تھے ہی نہیں، وہ تو اکثر اپنے جائز حقوق سے بھی دوسروں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے حق میں دستبردار ہو جایا کرتے تھے۔ وہ ایک سیلف میڈ انسان تھے، ان کا کوئی جائیداد وغیرہ کا تنازعہ بھی کسی کے ساتھ نہ تھا، اُنہوں نے جو کچھ کمایا اور بنایا، وہ اپنی محنت سے اور اللہ کے فضل و کرم سے۔ ان کے پاس کوئی لمبی چوڑی جائیداد اور پراپرٹی بھی نہ تھی کہ کوئی ان کی جان کا دشمن بن جاتا۔ وہ اپنے خاندان کے بزرگ تھے اور سب انہیں اَز حد احترام کی نظروں سے دیکھتے تھے، وہ ایسے دور اندیش تھے کہ عام لوگ بھی ان سے اپنے خاندانی اور ذاتی معاملات حل کرواتے تھے۔ مذہبی منافرت اور فرقہ وارانہ انتہا پسندی کے وہ سخت خلاف تھے، وہ خود ہمیشہ مثبت انداز میں قرآن و سنت کی دعوت پیش کرتے رہے اور اسی کی طرف سب کو دعوت دیتے اور اسی راستے کی ہدایت کرتے تھے۔ اندریں حالات کوئی فرقہ وارانہ انتہا پسند اُن کی جان کا دشمن نہ ہو سکتا تھا۔

تاہم ایک بات ان کے حاسدین کو بہت کھٹکتی تھی اور وہ تھا، مکتب دعوۃ میں ایک بڑے عہدے پر اُن کا فائز ہونا اور سعودی عرب کے علما اور زعما کی نظروں میں اُن کی عزت و احترام۔ بعض حلقوں کا خیال ہے کہ ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کر کے ان کی شہادت کے پیچھے خفیہ ہاتھ سعودی عرب کو کچھ پیغام دینا چاہتے ہیں۔ یہ حلقے ڈاکٹر صاحب کی شہادت کو بھی کراچی اور ڈھاکہ میں سعودی عرب کے سفارتی عملہ پر حملے کی ایک کڑی قرار دے رہے ہیں، اُن کا خیال ہے کہ اس شہادت کے پیچھے کچھ غیر ملکی خفیہ ہاتھوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اسلام آباد میں ڈاکٹر صاحب کی نماز جنازہ سے قبل مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے سینئر نائب امیر علامہ عبدالعزیز حنیف نے خطاب کرتے ہوئے حکومت پاکستان کو الٹی میٹم دیا تھا کہ وہ سات روز کے اندر اندر ڈاکٹر صاحب کے قاتلوں کو گرفتار کرے اور ان کی گاڑی و مسروقہ اشیا کو برآمد کرائے، بصورتِ دیگر ملک بھر میں احتجاجی تحریک چلائی جائے گی۔ ڈاکٹر صاحب کی شہادت کے اگلے روز راولپنڈی اسلام آباد میں اہل حدیث مکتبِ فکر کے علمائے کرام، زعما، سرکردہ افراد اور ذیلی تنظیموں کا ایک بڑا اجلاس مرکز اہلحدیث، جی ۶ میں منعقد ہوا، جس میں ڈاکٹر صاحب کی شہادت اور آنے والے مراحل سے نپٹنے کے لئے سید عتیق الرحمٰن شاہ صاحب کی قیادت میں ایک ایکشن کمیٹی تشکیل دی گئی، جس نے شب و روز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک کر کے قانون نافذ کرنے والے اداروں پر مسلسل دباؤ رکھا۔ جمعہ ۲۳ مارچ کو پاکستان کے بڑے شہروں اور قصبوں میں پر امن احتجاجی مظاہروں کا اہتمام کیا گیا اور ڈاکٹر صاحب کے قاتلوں کو گرفتار کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ اُدھر مرکزی جمعیت اہلحدیث نے اسلام آباد میں پارلیمنٹ کے سامنے ایک بڑے احتجاجی پروگرام کا بھی اعلان کر دیا جس کے مطابق ۳۰ مارچ کو راولپنڈی اور اسلام آباد میں اہل حدیث مکتبہ فکر کے تمام افراد نے اجتماعی نماز جمعہ پارلیمنٹ کے سامنے ادا کرنا تھی۔ اسلام آباد میں ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ کے قاتلوں کی گرفتاری کے لئے اجتماعی نمازِ جمعہ کو حتمی شکل دے دی گئی تھی اور اس حوالے سے تمام تیاریاں بھی مکمل کی جا چکی تھیں کہ ۲۹ مارچ کو دونوں قاتلوں کو پولیس نے گرفتار کر لیا اور الحمدللہ اب دونوں قاتل قانون کے شکنجے میں آ چکے ہیں اور ان شاء اللہ اپنے انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ کی شہادت نے دینی جماعتوں کو بالعموم اور اہلحدیث مکتبہ فکر کو بالخصوص بیدار کر دیا ہے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی شہادت کے تقریباً پچیس برس بعد ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ کی شہادت پر اہل حدیث علماے کرام، کارکنان اور اہلحدیث یوتھ فورس کے نوجوان پُر عزم ہیں کہ اس خون کو رائیگاں نہیں جانے دیا جائے گا اور جب تک قاتل اپنے انجام کو نہیں پہنچ جاتے تب تک ان کی تحریک جاری رہے گی۔

کیا ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ کی شہادت کو بھی مصلحت کی دبیز تہوں کے نیچے دبا دیا جائے گا اور کیا ان کے سفاک اور درندہ صفت قاتل بھی قانون کا مذاق اُڑاتے ہوئے دندناتے رہیں گے اور کسی دوسرے عالم دین، کسی راہنما اور کسی قائد کو شکار کرنے کی حکمتِ عملی اور منصوبہ سازی کرتے رہیں گے؟ .... یہ وہ سوالات ہیں جو محب وطن حلقوں کو دن رات بے چین کیے ہوئے ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ کی الم ناک شہادت کا ان کا بہترین صلہ دے، اُن کی بشری لغزشیں اور کمزوریاں معاف فرمائے اور اُنہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ